حجاب کی ضرورت اور اس کے حدود

فقہ اہل سنت میں

مولف: محمد ہادی فاضل

مترجم: مولانا سید جمال عباس سرسوی

حالانکہ پردہ کی رعایت،اسلام کے مسلم الثبوت، متفق علیہ احکام میں ہے مگر پردہ، حجاب اور اس کے حدود و قیود یا احکام کے لئے فقہ کی کتب میں کوئی مستقل باب نہیں ہے۔بلکہ اس سے متعلق احکام کا بیان ، نماز کے مقدمات اور شرائط کے ذیل میں "لباس مصلی" کے عنوان سے اور "کتاب النکاح" میں شادی بیاہ کے موقع پر لڑکی اور لڑکے کے لئے ایک دوسرے کو دیکھنے کے جائز ہونے کی مناسبت سے ہوا ہے؛ صرف ایک فقیہ سرخسی ہیں جنھوں نے حنفی فقہ کے مطابق، حجاب کے احکام اور مرد و زن کے لئے ایک دوسرے کو دیکھنے کے مسئلہ کو مستقل طور پر فقہ میں جگہ دی ہے[1]۔

حالت نماز میں پردہ اور بدن کو چھپانے کی بحث میں، بہت سے فقہاء نے یہ صراحت ضرور کی ہے کہ یہ حجاب، فقط نماز سے مخصوص نہیں ہے بلکہ نماز کے علاوہ بھی اس کی رعایت واجب ہے۔ نمونہ کے طور پر ابن حزم لکھتے ہیں: " وَالْعَوَرةُ الْمُفْتَرِضُ سِتْرَهَا عَنِ النَّاظِرِ وَفِي الصَّلَاةِ "[2]۔

ذیل میں پردہ، حجاب اور اس کے حدود و قیود کے سلسلہ سے اہلسنت فقہاء کے نظریات پیش کئے جا رہے ہیں:

۱۔ سرخسی، اصول السرخسي، ج۱۰، ص۱۴۵۔

۲۔ ابن حزم، المحلّي، ج۳، ص۲۱۰۔

امام شافعی کی رائے

امام شافعی فرماتے ہیں: "وَكُلُّ الْمَرْأَةِ عَوْرَةٌ اِلَّا كَفَّيْهَا وَ وَجْهِهَا وَ ظَهْرِ قَدَمَيْهَا"[۱] عورتوں کو چہرہ، دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے اوپری حصہ کے علاوہ پورا بدن چھپانا چاہیئے۔

مسلک شافعی سے وابستہ بعض دوسرے علماء نے صرف چہرہ اور ہاتھوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور پیروں کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا ہے[۲]۔ جبکہ شافعی مذہب سے تعلق رکھنے والے فقیہ رافعی نے غزالی کی کتاب "الوجیز" پر اپنی شرح میں تصریح کی ہے کہ: "وَلَا يُسْتَثْنٰى ظُهُوْرُ قَدَمَيْهَا"[۳] یعنی پیروں کے اوپری حصوں کا چھپانا بھی واجب ہے۔ اور بعض کا تو خیال یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک، عورتوں کو اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا چھپانا بھی واجب ہے[۴]۔

امام مالک کی رائے

امام مالک فرماتے ہیں: "اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ وَ شَعْرُهَا بَادٍ اَوْ صَدْرُهَا اَوْ ظُهُوْرُ قَدَمَيْهَا فَلْتَعِدِ الصَّلَاةَ"[۵] (اگر نماز پڑھنے کی حالت میں عورت کے بال یا سینہ نمایاں ہو یا اس کے پیروں کے اوپری حصے کھلے ہوں، تو نماز کو دوبارہ پڑھے)۔ مالکی حضرات نے چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانے سے مستثنیٰ کیا ہے[۶]۔

امام ابو حنیفہ کی رائے

بعض حنفی فقہاء کے نزدیک چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ واجب نہیں ہے[۱]۔ جبکہ بعض دیگر نے پیروں کو بھی چھپانے سے مستثنیٰ کیا ہے[۲]۔ ابن رشد اندلسی جو کہ خود مستقل فقیہ ہیں، نے بھی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت دی ہے کہ ان کے نزدیک عورت کے لئے پیروں کا چھپانا واجب و لازم نہیں ہے[۳]۔

۱۔ شافعی، کتاب الام، ج۱، ص۱۰۹۔

۲۔ مزنی، مختصر المزنی، ص۱۶؛ شربینی، مغنی المحتاج، ج۱، ص۱۸۵؛ نووی، المجموع، ج۳، ص۱۶۵۔

۳۔ رافعی، فتح العزیز، ج۴، ص۸۸۔

۴۔ جزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج۱، ص۲۹۰۔

۵۔ مالک ابن انس، المدونۃ الکبری، ج۱، ص۹۴۔

۶۔ دیکھئے: رعینی، مواہب الجلیل، ج۲، ص۱۸۱؛ ابو برکات، الشرح الکبیر، ج۱، ص۲۱۴؛ دسوقی، حاشیۃ الدسوقی، ج۱، ص۲۱۴۔

امام احمد بن حنبل کی رائے

حنبلی حضرات میں بھی دو گروہ ہیں، کچھ نے چہرے اور ہاتھوں کو مستثنیٰ کیا ہے[۴]۔ لیکن اکثر نے چہرے کے علاوہ عورت کے پورے بدن کا چھپانا واجب جانا ہے؛ بعض نے ہاتھوں کے ظاہر ہونے کی اجازت نہیں دی یا کم سے کم اس میں تردید کی ہے[۵]۔

علامہ شوکانی پردہ کے سلسلہ سے فقہاء اسلام کے نظریاتی اختلاف کو اس طرح بیان کرتے ہیں: "ایک آزاد عورت کو عام حالات میں اپنا کتنا بدن چھپانا چاہیئے ؟اس سلسلہ میں فقہائے اسلام کے یہاں اختلاف نظر پایا جاتا ہے، صدر اسلام کے بعض مستقل فقہاء کے نظریہ کے مطابق، چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ عورت کا پورا بدن شرمگاہ ہے۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور ایک قول کے مطابق امام مالک بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں، بعض دوسروں نے پیروں کے اوپری حصے کو بھی مستثنی کیا ہے ابو سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ نے ان سے دوسری روایت میں اسی رائے پر استقرار کیا ہے۔ ایک اور گروہ نے چہرہ کو مستثنیٰ کرکے عورت کے پورے بدن کو شرمگاہ جانا ہے، جیسے امام احمد بن حنبل اور داؤد؛ چوتھا گروہ عورت کے پورے بدن کو بغیر کسی استثناء کے شرمگاہ جانتا ہے کہ جو امام شافعی کے بعض پیروؤں کا نظریہ ہے اور امام احمد سے بھی نقل ہوا ہے۔ ان سب فرقوں کے باہمی نظریاتی اختلاف کی وجہ، آیہ کریمہ: "اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنھَا" کی تفسیر میں موجود اختلاف نظر ہے۔[۶]"

تحقیقی جائزہ

مندرجہ بالا صراحت کی رو سے اہل تسنن کے چاروں فقہی مذاہب، نماز کی حالت میں، اسی طرح نامحرم مردوں سے چہرے، ہاتھوں اور پیروں کے علاوہ، عورت کے پورے بدن کو چھپانا واجب جانتے ہیں۔

۱۔ دیکھئے: ابن نجیم مصری، البحر الرائق، ج۱، ص۴۶۹؛ کاشانی، بدائع الصنائع، ج۵، ص۱۲۱؛ ماردینی، الجوهر النقي، ج۲، ص۲۲۵۔
۲۔ دیکھئے: حصکفی، الدر المختار، ج۱، ص۴۳۷۔
۳۔ ابن رشد اندلسی، بدایۃ المجتهد ونهایۃ المقتصد، ج۱، ص۹۵۔
۴۔ ابن قدامہ، عمدۃ الفقه، ج۱۔ ص۱۵۔
۵۔ ابن قدامہ، المغني، ج۱، ص۶۳۷؛ بیہوتی، کشاف القناع، ج۱، ص۳۱۶؛ عبد الوہاب، شروط الصلاة وارکانها وواجباتها، ج۱، ص۵۔
۶۔ شوکانی، نیل الاوطار، ج۲، ص۵۵۔

آیئے اس سلسلہ میں فقہائے اسلام کی طرف سے جو دلیلیں پیش کی گئی ہیں؛ان کا جائزہ لیتے ہیں:

قرآنی آیات:

"یَا اَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلاَ بِیْبِھِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰی أَنْ یُعْرَفْنَ فَلاَ یُؤْذِیْنَ وَ کَانَ اللهُ غَفُوراً رَحِیْمًا[1]" (اے پیغمبرؐ آپ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادر کو اپنے اوپر لٹکائے رہا کریں کہ یہ طریقہ ان کی شناخت یا شرافت سے قریب تر ہے اور اس طرح ان کو اذیت نہ دی جائے گی اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے)۔

جلباب کے معنی "اوڑھنی[2]"، "روسری (مقنعہ) سے بڑا جامہ[3]"، "گھٹنوں تک ڈھانپ لینے والا لباس[4]" وہ کپڑا جو پورے بدن کو چھپالے[5]" ہیں ، اہل لغت کے اسی اختلاف نظر کے سبب ابن رشداندلسی لکھتے ہیں: " جلباب: وہ لباس ہے جو سر سے پیر تک چھپالیتاہے، ابن جبیر اس کا معنی مقنعہ کرتے ہیں اور دوسرے نقاب ، اور کچھ لوگ جلباب اس اوڑھنی کو کہتے ہیں جسے عورتیں اپنے لباس کے اوپر ڈال لیتی ہیں۔ بعض کا ماننا ہے کہ جلباب ہر وہ لباس ہے جس سے پردہ کیا جائے[6] " ابن عربی نے اس سلسلہ میں موجود تمام اقوال سے نتیجہ نکالا ہے کہ جلباب ایسا پردہ ہے جس سے بدن ڈھک جائے اور کم سے کم سر، سینہ، گردن اور آدھے بدن کو چھپالے[7]"۔

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۵۹۔

۲۔ راغب اصفہانی، مفردات راغب، و۹۳۔

۳۔ ابن منظور، لسان العرب، ج۱، ص ۲۷۳؛ فراہیدی، کتاب العین، ج۶، ص ۱۳۲۔

۴۔ ابن اثیر، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ج۱، ص ۲۸۳۔

۵۔ عبدالقادر، مختار الصحاح، ص ۶۴۔

۶۔ ابن رشد اندلسی، بدایۃ المجتھدو نھایۃ المقتصد، ج۸، ص ۵۰۴۔

۷۔ ابن عربی، احکام القرآن، ج ۳۔

"جلباب" پہننے کی کیفیت کے بارے میں قرطبیؒ[1]، ابن عباس اور عبیدہ سلمانی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ عورت جلباب کو اپنے اوپر اس طرح ڈالے کہ اس کی ایک آنکھ سے زیادہ کچھ نظر نہ آئے۔ قتادہ اور ابن عباس کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس طرح پہنے کہ کندھے اور چہرے کا اکثر حصہ چھپ جائے، چاہے اس کی آنکھیں نظر آئیں اور حسن آدھے چہرے کو چھپانے کے قائل ہیں۔

لہٰذا "جلباب" اور "یدنین" کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ سر، سینہ اور گردن سمیت پورے بدن کو ڈھانکنا ہی حجاب اور پردہ ہے۔ چہرہ چھپانے کے سلسلہ میں، اہلسنت فقہاء و مفسرین نے صراحت بھی کی ہے کہ اس آیہ کریمہ سے چہرہ چھپانا واجب معلوم ہو تا ہے[2]۔ علامہ مودودی کے بقول آٹھویں صدی تک اس سلسلہ میں کسی کو کوئی شک و شبہ بھی نہیں تھا[3]۔

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَايُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ وَلَايُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ...[4]۔ (اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو جگہ اس میں سے کھلی رہتی ہے، اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ پر۔۔۔)۔

ابن جوزی نے "کھلی ہوئی زینت" کے سلسلہ سے سات قول ذکر کئے ہیں[5]۔ ابن عربی نے انہیں ان تین اقوال میں خلاصہ کر دیا ہے: ۱۔ کپڑے، ۲۔ کاجل اور انگوٹھی، ۳۔ چہرہ اور ہاتھ۔ اکثر اہل سنت فقہاء نے تیسرے قول کو ہی اختیار کیا ہے، جبکہ بعض نے اس میں پیروں کو بھی شامل کیا ہے۔ فقہاء کے اختلاف نظر

۱۔ " واختلف الناس فی صورئ ارخائہ فقال ابن عباس وعبیدئ السلمانی ذلك ان تلویہ المرأۃ حتی لایظھر منھا الاعین واحدۃ تبصر بھا وقال ان عباس ایضًا وقتادۃ ذلك ان تلویہ فوق الجبین وتشدہ ثم تعطفہ علی الانف وان ظھرت عیناھا لکنہ یستر الظھر و معظم الوجہ وقال الحسن تغطی نصف وجھھا" (قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۲۴۳)۔

۲۔ دیکھئے: حقی، ج ۷، ص ۲۴۰؛ آلوسی، ج ۱۱، ص ۲۶۴۔

۳۔ مودودی، ص ۲۰۳

۴۔ سورہ نور، آیت ۳۱۔

۵۔ ابن جوزی، زاد المسیر في علم التفسير، ج ۳، ص ۲۹۰۔

کی وجہ اس سلسلہ میں وارد روایات ہیں[۱]۔اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں بھی سر، سینہ اور گردن کاپردہ ضروری ہے۔

روایت "المراۃ عورۃ"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی انتہائی مشہور و معروف حدیث ہے، آپ فرماتے ہیں: "**المراۃ عورۃ**"[۲]۔اہل سنت کے تمام فقہاء نے اس روایت کو قبول کیا ہے؛ اگر یہ روایت متن اور سند کے اعتبار سے صحیح ہو تو اس سے عورتوں کے بدن کو چھپانے کی تائید ہوتی ہے۔ایک دوسری روایت میں آیا ہے: "**اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ مَسْتُورۃٌ**"[۳]، یہ روایت بھی اسی معنی کی تائید کرتی ہے اور شاید اسی وجہ سے فقہاء نے آزاد خاتون اور کنیز کے پردہ اور حجاب میں فرق رکھا ہے؛ جبکہ جسمانی لحاظ سے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ یہ کلمہ مسلمانوں کے یہاں جسم کے اس حصہ کے معنی میں ہے کہ جس کا چھپانا لازم و ضروری ہو؛ جیسا کہ علامہ مودودی کی بھی یہی رائے ہے۔ موصوف لکھتے ہیں: "اَلْعَوْرَۃُ فِی مُصْطَلِحِ الْاِسْلَامِ مَایَجِبُ سِتْرُہٗ مِنَ الْجِسْمِ عَلٰی کُلِّ رَجُلٍ وَامْرَأَۃٍ"[۴]۔

"بہز بن حکیم" کی روایت

ایک وہ روایت جس سے کچھ فقہاء[۵] نے پورے بدن کو چھپانے پر استدلال کیا ہے، "بہز بن حکیم" کی روایت ہے انھوں نے اپنے جد سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے شرمگاہ کے سلسلہ سے پوچھا، توآپؐ نے فرمایا: " اپنی شرمگاہ کواپنی بیوی اور کنیز کے علاوہ سب سے چھپا کر رکھو، چاہے اکیلے ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ خداوند متعال دیکھنے والا اور اس سے شرمانا مناسب ہے۔"[۶]

۱۔ سابق حوالہ۔
۲۔ ترمذی، سنن الترمذي، ج۲، ص۳۱۹۔
۳۔ مرغینانی، الهدایه، ج۱، ص۴۳۔
۴۔ عبد الاعلي مودودی، الحجاب، ص۳۰۲۔
۵۔ احمدبن تیمیه حرانی، شرح عمدة الفقة، ج۲، ص۲۵۵؛ منصور بہوتی، کشاف القناع، ج۱، ص۳۱۳۔
۶۔ بیہقی، السنن الکبري، ج۲، ص۲۵۵۔

یہ روایت اگرچہ مردوں کے سلسلہ سے ہے، لیکن چونکہ سوال خود شرمگاہ کے بارے میں ہوا ہے اور پچھلی روایت کے مطابق، عورت کا پورا بدن شرمگاہ ہے، تو عورت کو پورے بدن کے چھپانے کا وجوب اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

تنقیدی جائزہ

مذکورہ دونوں روایتوں سے تو یہی ظاہر ہے کہ عورت کا پورا بدن شرمگاہ ہے اسی لئے پورے بدن کو ڈھانپنے کی ضرورت ہے۔اب سوال یہ ہے کہ پھر اکثر فقہاء نے چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کے اوپری حصہ کو چھپانے سے استثناء کیوں کیا ہے؟اور ان کے پردہ کو کیوں واجب نہیں جانا ہے؟

اس سلسلہ میں کچھ فقہاء نے تو زینت والی آیہ کریمہ سے استناد کیا ہے[1]۔ کیونکہ اس آیت مبارکہ میں اصل پردہ کے وجوب و لزوم کی طرف اشارہ ہوا ہے اور حجاب کے حدود و قیود اور اس کی مقدار بیان ہوئی ہے۔البتہ فقہاء کے درمیان اختلاف کی وجہ ، آیت کی تفسیر میں آشکار زینت کے مصادیق کی تعیین میں پایا جانے والا اختلاف نظر ہے، جیسا کہ علامہ ابن رشد اندلسی کی تصریح ہے: ”وَسَبَبُ الخِلَافِ فِي ذَلِكَ اِحْتِمَالُ ذَلِكَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ“ [2]

بعض دوسرے فقہاء نے چہرہ کو مستثنیٰ کرنے کے لئے آیہ زینت کے علاوہ، پیغمبر اکرمؐ کی اس روایت سے استناد کیا ہے: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَبْسِ القَفَازَيْنِ وَالنَّقَابِ..."[3] سرکار رسالت مآب نے عورتوں کو احرام کی حالت میں نقاب لگانے سے منع کیا ہے؛ یہ روایت اگرچہ حالت احرام کے پردہ کی جانب اشارہ کررہی ہے، لیکن چونکہ اگر چہرہ کا چھپانا واجب ہوتا، تو آنحضرت کسی بھی حالت میں اس کو کھولنے کی اجازت نہیں دیتے؛ لہٰذا چہرہ کو ڈھانپنے کے واجب نہ ہونے کا اس روایت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ دیکھئے: اندلسی، ج۱، ص۹۵؛ مصری، ج۱، ص۴۶۹؛ سید سابق، فقه السنه، ج۱، ص۱۲۷۔
۲۔ اندلسی، ج۱، ص۹۵۔
۳۔ دیکھئے: مصری، ج۱، ص۴۶۹؛ ابن قدامہ، ج۱، ص۱۱۲۔

عورتوں کے لئے چہرہ کا پردہ واجب نہ ہونے کو بہت سے فقہاء نے قاعدہ "عسر و حرج" اور "مشقت کے لزوم" سے ثابت کیا ہے۔اس لئے کہ عورت کو سماجی کاموں اور رائج اجتماعی امور میں بہر حال چہرہ کھولنا پڑتا ہے[۱]۔

اسی استدلال کے تحت بہت سے فقہاء ہاتھوں کو چھپانا بھی لازم و واجب نہیں جانتے،اگرچہ مشہور و معروف حنبلی فقیہ ابن قدامہ کا ماننا ہے کہ ہاتھوں کا چھپانا ضروری ہے[۲]۔

نتیجہ

نمبر ایک: اہل سنت کے تمام فقہاء عورت کے جسم کو چھپانے اور اس کے پردہ کو واجب جانتے ہیں اور اس پر اجماع کے دعویدار ہیں[۳]۔ حنبلی فقہاء، تنہائی یعنی نامحرم کے نہ ہونے کی صورت میں بھی پردے کے قائل ہیں[۴]، کیونکہ عورتوں کے پردہ کی بعض دلیلیں عام ہیں اور وہ تمام حالتوں کو شامل ہیں جیسے بہز بن حکیم کی روایت ،یاابن عمر کی روایت ،جس میں آیا ہے: "اِیَّاکُمْ وَالتَّعْرِیِ فَاِنَّ مَعَکُمْ مَنْ لَا یُفَارِقُکُم"[۵]، ننگے ہونے سے پرہیز کرو، کیونکہ خداوند ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔

نمبر دو: اہل سنت کے چاروں فقہی مذہب کے علماء، عورت کے لئے چہرے کا پردہ ضروری نہیں سمجھتے اور اسے چھپانا لازم و واجب نہیں جانتے۔ کٹر، تند خو اور انتہائی شدت پسند محمد بن عبد الوہاب (فرقہ وہابیت کا بانی) تک نے صراحت کی ہے کہ: ''وَالْحُرَّۃُ کُلُّھَا عَوَرَۃٌ اِلَّا وَجْھَھَا''[۶] عورت کے لئے چہرے کا چھپانا واجب و لازم نہیں ہے۔

۱۔ دیکھئے: شربنی، الاقناع في حل الفاظ ابي شجاع، ج۱، ص۱۱۳؛ حرانی، ص۲۵۵؛ سایس، تفسیر آیات الاحکام، ص۵۸۴۔
۲۔ ابن قدامہ، ج۱، ص۱۵۔
۳۔ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۱، ص۷۳۹؛ حرانی، ص۲۵۹۔
۴۔ حرانی، ج۲، ص۲۵۹؛ ابن قدامہ، ج۱، ص۱۵۔
۵۔ ترمذی، ج۴، ص۱۹۹۔
۶۔ عبد الوہاب، ص۵۔

نمبر تین: مشہور و معروف حنبلی فقیہ ابن قدامہ کے علاوہ[۱]، قاعدہ "عسر و حرج" اور "مشقت کے لزوم" کے تحت تمام فقہاء، ہاتھوں کو چھپانا بھی لازم و واجب نہیں جانتے۔

نمبر چار: پیروں کا پردہ، گرچہ حنفیوں کے درمیان رائج نظریہ ہے[۲]، لیکن بعض فقہاء کا ماننا ہے کہ پیروں کے پردے میں ہاتھوں کے پردے کی بہ نسبت زیادہ سختی اور زحمت ہے، خاص طور سے گاؤں کی عورتوں اور نادار خواتین کے لئے جو گھر کا خرچ چلانے اور امرار معاش کے لئے گھر سے باہر نکلنے پر مجبور ہیں[۳]۔ جبکہ کچھ لوگوں نے تصریح کی ہے کہ پیروں کے پردہ سے ان کی مراد صرف نماز کی حالت میں پیروں کا پردہ ہے[۴]۔

لباس کی کیفیت

اہل سنت کے تقریباً تمام فقہاء نے صراحت کی ہے کہ لباس ہلکا اور بدن نما نہیں ہونا چاہیئے[۵]۔

دلیلیں

پہلی روایت: "عَنْ عَایِشَه اِنَّ امراةً دَخَلَتْ عَلَیْهَا وَعَلَیْهَا خُمَارٌ رَقِیْقٌ یَشفُ جَبِیْنَهَا فَاَخَذَتْهُ عَائِشَه فَشَقَّتَه ثُمَّ قَالَتْ اَلَا تَعْلَمِیْنَ مَا اَنْزَلَ اللهُ فِی سُورَةِ النُّور فَدَعَتْ لَها بِخمارٍ فَکَسَتْهَا اِیَّاه"[۶]، (ایک ایسی خاتون عائشہ کے پاس آئی جس کی روسری بہت باریک تھی اور اس سے اس کی پیشانی جھلک رہی تھی، عائشہ نے اس سے اس روسری کو لے کر ٹکڑے کر دیا اور اس سے کہا کیا تم نے سورہ نور کو نہیں پڑھا، اور ایک دوسری روسری (مقنعہ) اس کو دے کر اڑھا دی)۔

۱۔ ابن قدامہ، ج۱، ص۱۵۔
۲۔ دیکھئے: شوکانی، ج۲، ص۵۵؛ ابن حزم، ج۳، ص۲۱۰؛ رعینی، مواهب الجلیل ج۲، ص۱۸۱؛ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۱، ص۷۳۹۔
۳۔ سایس، ص۵۸۶۔
۴۔ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۱، ص۷۳۹۔
۵۔ دیکھئے: نووی، المجموع، ج۳، ص۱۶۵؛ ابن قدامہ، ج۱، ص۱۵؛ شافعی، ج۱، ص۱۰۹؛ بہوتی، ج۱، ص۳۱۶؛ اندلسی، ج۱، ص۹۵؛ شربینی، ج۱، ص۱۸۵۔
۶۔ سیوطی، تفسیر الجلالین، ج۵، ص۴۲۔

دوسری روایت: عن ابی ہریرہ: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صنفان من اھل النار لم ارھما.... ونساء کاسیات عاریات"[۱]، (دو طرح کے لوگ جہنمی ہیں... وہ عورتیں جن کے جسم پر بظاہر تو لباس ہے مگر پردہ نہیں ہے)، احتمالاً یہ نازک اور بدن نما لباس کی طرف اشارہ ہے، بعض نے یہی تصریح بھی کی ہے[۲]۔

تیسری روایت: دحیہ الکلبی انہ قال اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقباطی فاعطانی منھا قبطیہ فقال اصدعھا صدعین فاقطع احدھما اوعط الاخر امرتک تختمر بطہ فلما ادبر قال و امر امراتک ان تجعل تحتہ ثوبا لا یصفھا"[۳]، (دحیہ کلبی کہتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مصری نازک لباس ہدیہ کے طور پیش کئے گئے، آپؐ نے اس میں سے ایک مجھے دیا اور فرمایا: اپنی زوجہ کو دو لیکن اس کو تاکید کرنا کہ اس کے نیچے ایک کپڑا پہنے تاکہ اس کا بدن دکھائی نہ دے)۔

چوتھی روایت: "عن عایشہ انھا سئلت عن الخمار فقالت انما الخمار ما واری البشرہ والشعر"[۴]، (عایشہ سے مناسب روسری کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب میں کہا کہ جو کھال اور بالوں کو چھپادے)۔

پانچویں روایت: عائشہ سے منقول روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب اسماء سے ان کے جسم پر موجود باریک لباس کی وجہ سے منھ پھیر لیا[۵]۔

۱۔ مسلم نیشابوری، صحیح مسلم، ج۶، ص۱۶۸۔
۲۔ ابن عاشور، التحریر و التنویر، ج۱۸، ص۱۶۶۔
۳۔ سجستانی، سنن ابی داود، ج۲، ص۲۷۳۔
۴۔ بیہقی، ج۲، ص۲۳۵۔
۵۔ ابن قدامہ، شرح الکبیر، ج۷، ص۳۵۵۔

نتیجہ

بہر صورت اگر ان روایتوں کی سند بھی صحیح نہ ہو تب بھی بدن کا چھپانا اور لباس کا ایسا ہونا جو بدن کو چھپا سکے ایک بدیہی اور واضح سی بات ہے۔ قرطبیؒ کے بقول، بدن کو چھپائے بغیر پردہ کا کوئی معنی و مطلب ہی نہیں[۱]۔

نشیب وفراز کا پردہ

بعض فقہاء اور اہل نظر علماء کا ماننا ہے کہ بدن کے نشیب و فراز کو چھپانا لازم نہیں ہے۔ چنانچہ اگر عورت کا حجم معلوم ہو رہا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے[۲]۔ اس کے برخلاف ابن عاشور، مالک سے ایک نقل کرتے ہیں کہ "اِنَّ عُمَرَ بنَ اَلخَطَّابِ نَهَى النِّسَاءَ عَنْ لُبَسِ القباطِي"[۳]، ابن عاشور اس روایت کی شرح میں ابن رشد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: قبطی لباس جس کو پہننے سے خلیفہ دوم نے منع کیا تھا، ٹائٹ، تنگ اور باریک ہونے کی وجہ سے بدن سے چپک جاتا تھا اور بدن کے تمام نشیب و فراز کو ظاہر کرتا تھا۔ روایت کی سند سے قطع نظر قبطی لباس کی یہ تفسیر و تشریح، ابن رشد کی اپنی سمجھ محسوس ہوتی ہے، للذا اس کی کوئی حجیت نہیں۔ پھر بھی بعض فقہاء نے اسی تفسیر کو قابل توجہ قرار دیا ہے اور قبطی لباس کو بدن نما لباس کے معنی میں جانا ہے۔ بہت سے فقہاء اور مفسرین ہر اس طور طریقہ اور اعمال و رفتار کو، جو اخلاقی فتنہ اور بہکنے کا سبب ہو، حرام جانتے ہیں، یہاں تک کہ اگر عورت کی خوبصورتی یا ماحول کی بدولت، چہرہ کھلا ہونے سے، اخلاقی فتنہ اور بہکنے کا اندیشہ ہو، تو ان کے نزدیک چہرہ کا چھپانا بھی واجب ہے[۴]۔ علامہ شوکانی لکھتے ہیں: "هَذا عِنْدَ اَمْنِ الْفِتْنَهِ...اتفاقُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلىٰ مَنْعِ النِّسَاءِ اَنْ يُخْرِجْنَ سَافِرَاتِ الْوُجوهِ لَا سِيَّمَا عِنْدَ كَثْرَةِ الفُسَّاقِ"[۵]، حرام میں نہ پڑنے کا اطمینان ہونے کی صورت میں چہرہ کا چھپانا لازم نہیں ہے۔ لیکن

۱۔ دیکھئے: قرطبیؒ، ج۱۴، ص۲۴۴۔

۲۔ دیکھئے: سید سابق، ج۱، ص۱۲۷؛ شافعی صغیر، نہایۃ المحتاج، ج۲، ص۶؛ شربینی، ج۱، ص۱۸۵؛ زحیلی، الفقہ اسلامی وادلتہ، ج۱، ص۷۳۹۔

۳۔ ابن عاشور، ج۱۸، ص۱۶۷۔

۴۔ دیکھئے: دسوقی، ج۱، ص۲۱۴؛ سرخسی، ج۱۰، ص۱۴۵؛ رعینی، ج۲، ص۱۸۱؛ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج۱، ص۷۳۹؛ حصکفی، ج۱، ص۴۳۷؛ اندلسی، ج۸، ص۳۴؛ زحیلی، تفسیر المنیر، ج۱۸، ص۲۱۸۔

۵۔ شوکانی، ج۶، ص۲۴۴۔

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ عورتوں کو کھلے چہرے کے ساتھ باہر نہیں جانا چاہیئے؛ خاص طور پر اس وقت جب نااہل جوانوں اور فاسقوں کی کثرت ہو۔ لہٰذا چونکہ عورت کے چہرے سے کہیں زیادہ اس کے جسم کے نشیب وفراز سے اخلاقی فساد اور نفس کے تحریک کا امکان ہے، عورت کے جسم اور اس کے حجم کو چھپانا واجب و ضروری جانا گیا ہے۔ اور شاید آیہ کریمہ: "وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ" میں زینت کا مصداق بھی عورت کے بدن کے نشیب وفراز ہی ہوں۔ لہٰذا ان کا چھپانا لازم اور ان کا پردہ واجب ہے۔

آیہ مبارکہ: "وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ"[1] کی تفسیر میں بعض فقہاء معتقد ہیں کہ جاہلیت کے دور میں عورتیں اپنی خوبصورتی اور آرائش و زیبائی کی نمائش کرتی ہوئی گلیوں، کوچوں اور راستوں پر چلتی تھیں، تو یہ آیت نازل ہوئی اور ان کو اس طرح کی نازیبا حرکت سے منع کیا۔ لہٰذا کچھ فقہاء نے اس آیت سے بھی پردے کے وجوب کا استنباط کیا ہے[2]۔ ایک روایت میں مجاہد سے نقل ہوا ہے کہ یہ آیہ کریمہ ان عورتوں کے بارے میں ہے کہ جو مردوں کے درمیان آتی جاتی ہیں[3]۔ اگرچہ اس آیت میں مخاطب پیغمبرؐ کی بیویاں ہیں، لیکن پچھلی آیت: "فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ"[4] میں بیان شدہ تعلیل سے، حکم کی عمومیت قابل فہم ہے، جیسا کہ اکثر مفسرین نے بھی یہی سمجھا ہے۔ اور چونکہ اس آیہ کریمہ میں: "وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ"[5] خداوند عالم نے عورتوں کے "پازیب اور پائل" کو توجہ کے مبذول ہونے کی وجہ سے منع کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ پھیلنے کے اندیشہ کی صورت میں بدن کے نشیب وفراز کا ظاہر ہونا ممنوع ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے جس کی بنیاد پر عورت کے لئے ایسا لباس پہننا حرام قرار دیا گیا ہے جو اس کی جانب انگلی اٹھنے کا سبب ہو اور وہ پیغمبرؐ کی لعنت کی مستحق قرار پائے۔

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۳۳۔

۲۔ دیکھئے: ملا حویش، بیان المعاني ج۵، ص۶۷۴؛ ابن العربي، احکام القرآن، ج۳، ص۱۵۷۳؛ جصاص، احکام القرآن ج۵، ص۲۲۹؛ بیضاوی، انوار التنزیل و اسرار التأویل ج۴، ص۲۳۱؛ ابن عاشور، ج۲۱، ص۲۴۴۔

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۶، ص۳۶۳۔

۴۔ سورہ احزاب، آیت ۳۲۔

۵۔ سورہ نور، آیت ۳۱۔

ابن عباس نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے: "خدا مرد نما عورتوں پر لعنت کرتا ہے۔" اسی مطلب کو ابوہریرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ عائشہ بھی کہتی تھیں کہ پیغمبرؐ نے مرد نما عورتوں پر لعنت و نفرین کی ہے۔

پردہ اور حکومت کی ذمہ داری

حجاب اور پردہ کے موضوع پر یہ سوال بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ پردہ کے رواج اور بے حجابی کی روک تھام کو لیکر حکومت کی ذمہ داری کیا ہے؟ آیا بے حجابی کے تئیں حکومت ردِّ عمل دکھا سکتی ہے اور قوت و طاقت کے زور پر پردہ کی رعایت و حجاب کا ماحول پیدا کر سکتی ہے؟ اہلسنت کی فقہ اس سلسلہ سے کیا فقہی راہِ حل رکھتی ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات پر موقوف ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ شارع مقدس نے پردہ کا حکم کیوں دیا ہے؟

اگر خواتین کی حرمت اور ان کا احترام، اس حکم کا باعث ہے تو یہ مسئلہ عورتوں کا ایک داخلی اور خصوصی مسئلہ ہے۔ حکومت کو اس میں دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے۔ بعض اہل نظر فقہاء اسی کو اس طرح کے احکام کا ملاک اور معیار قرار دیتے ہیں اور حجاب کو ایک امر خصوصی کے عنوان سے مانتے ہیں۔ آیہ جلباب کو بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔ اکثر فقہاء اس آیہ کریمہ کے مد نظر، پردہ کو کنیزوں کے لئے واجب نہیں جانتے، کیونکہ وہ اجتماعی حرمت کی حامل نہیں ہوتیں؛ بلکہ اسی لئے ایک روایت کی رو سے خلیفہ دوم کے زمانہ میں کنیزوں کو مقنعہ اور روسری استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی[۲]۔

لیکن اگر شارع مقدس نے پردہ کا حکم، فتنہ انگیزی اور شہوانی تحریک سے بچنے کے لئے دیا ہو، جیسا کہ بعض فقہاء اسی کو پردہ کے وجوب کا ملاک اور سبب قرار دیتے ہیں، اور مندرجہ ذیل دلائل سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے:

۱۔ سجستانی، ج۲، ص۲۶۹۔
۲۔ سیوطی، ج۵، ص۲۲۱۔

۔"فَيَطْمَعُ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِه مَرَضٌ"[۱]، فتنہ کو روکنے اور سامان حفاظت فراہم کرنے کے لئے پردہ واجب کیا گیا ہے۔

۔"وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الّٰتِی لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحاً فَلَيْس عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ وَاَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌلَهُنَّ"[۲]،(اور ضعیفی سے بیٹھ رہنے والی عورتیں جنھیں اب نکاح سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اپنے ظاہری کپڑوں کو الگ کردیں بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں اور وہ بھی عفت کا تحفظ کرتی رہیں)۔ پردہ کے سلسلہ سے بوڑھی خواتین کی سہل انگاری چونکہ فتنہ کا سبب نہیں ہوتی، اس لئے انھیں قدرے چھوٹ دے دی گئی ہے، اگرچہ آیت کے آخر میں انھیں عفت کی رعایت کی تلقین وتاکید ہے۔

۔وہ حدیثیں جو معاشرے میں عورتوں کے کم سے کم حاضر ہونے، حتیٰ نماز جماعت وجمعہ جیسے روح پرور مذہبی اجتماعات ومراسم میں ان کے شامل نہ ہونے کے سلسلے سے وارد ہوئی ہیں، بعض فقہاء نے اس طرح کی احادیث سے استنباط کیا ہے کہ شارع مقدس کا یہ حکم، فتنہ وفساد کو روکنے کے تناظر میں ہے[۳]۔

اس مبنیٰ کی روشنی میں پردہ کی رعایت اور بے حجابی، افراد کے خصوصی عمل کے زمرے سے خارج اور ایک سماجی مسئلہ کہلائے گی۔اور یقینا حکومت کو اس میں اپنی ذمہ داری ادا کرنا چاہیئے۔

حکومت کے اختیارات کی دلیلیں

پردہ اور حجاب کے سلسلہ سے حکومت کی ذمہ داری کے بعض دلائل، اہل سنت کی فقہ سے پیش کئے جارہے ہیں:

پہلی دلیل: گناہگار کی تعزیر پر اجماع

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۳۲۔

۲۔ سورہ نور، آیت ۶۰۔

۳۔ دیکھئے: ترمذی، ج۲، ص۲۵۹؛ بخاری، صحيح بخاري ،باب:خروج النساء الى المساجد، ماجار فى كرا هيۂ زيارۂ قبور اللنساء، خروج النساء فى العيدين؛ السجستانی، ج۱، ص۱۹۷؛ مالک ابن انس، ج۱، ص۱۹۷۔

بے حجابی حرام اور بے پردگی گناہ ہے، اہل سنت فقہاء کا اعتقاد ہے کہ حاکم ہر طرح کے گناہ کو روکنے کا اختیار رکھتا ہے چاہے وہ حق اللہ ہو اور چاہے لوگوں کا حق، بلکہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا بھی دے سکتا ہے۔ ابن نجیم لکھتے ہیں: " اَمَّا سَبَبُ وُجُوبِ التَّعْزِيْرِ فَارْتِكَابُ جِنَايَةٍ لَيْسَ لَهَا حَدٌّ مُقَدَّرٌ فِي الشَّرْعِ سَواء كَانَتْ الجِنايَةُ عَلى حَق اللهِ تَعالىٰ اَوْحَق العبد فَيعزرُ كلُ عَاقِلٍ ارْتَكَبَ جِنايَةً لَيْسَ لَهاحَدٌ مُقررٌ سَواء كَانَ حُراً اَوْ عَبْداً اَوْ ذَكَراً اَوْ اُنْثى، مُسْلِماً اَوْ كَافِراً، بَالِغاً اَوْ صَبِيّاً بَعْدَ اَنْ يَكُوْنَ عَاقِلاً"[1]۔ "ماوردی"، "فراء" اور "ابن اخوہ" نے ان موارد کا بھی ذکر کیا ہے جہاں شارع مقدس نے تعزیر کا حکم دیا ہے[2]۔ اہل سنت کے تمام فقہاء اس مسئلہ پر اتفاق نظر رکھتے ہیں[3]۔

احکام الٰہی کے استنباط و بیان کے لئے، منابع اہل سنت میں، علماء کا اجماع، ایک مآخذ کی حیثیت سے، پہلی دلیل ہے کہ حکومت "پردے "کے مسئلہ میں ذمہ دار ہے۔ اور حجاب کی رعایت کے لئے اسے ایسے اقدامات کرنے کا حق ہے جس سے سماج اور سوسائٹی کو اخلاقی برائیوں سے بچایا جاسکے۔

بعض فقہاء کے مطابق سزا اور تعزیرات کے مصادیق یہ ہیں: "وَالتَّعْزِيْرُ يَكُونُ اِمَّا الضَّرْبُ اَوْ بِالْحَبْسِ اَوْ الجَلْدِ اَوْ النَّفِيْ اَو التَّوْبِيْخِ اُو التَغْرِيمِ الْمَالِي اَوْ نَحْوِ ذَلِكَ مِمَّا يَراه الْحَاكِمُ رَادِعاً لِلشَّخْصِ بِحَسَبِ اخْتِلَافِ حَالاتِ النَّاسِ حَتى القيل سِيَاسَة"[4]۔ سزا مار پیٹ، کوڑے مارنا، قید کرنا، جلا وطن کرنا، توبیخ کرنا، مالی جرمانہ وغیرہ کچھ بھی ہوسکتی ہے جو گناہ سے رکاوٹ کا سبب بن سکے۔

حنبلی مذہب کے نامور فقیہ علامہ کاشانی نے سماج کے مختلف گروہوں کے لئے، ان کے لحاظ سے مناسب سزا و تعزیرات کو تفصیل سے بیان کیا ہے[5]۔[6]

۱۔ مصری، ج۵، ص۶۷۔

۲۔ دیکھئے: فراء، الاحکام السلطانیہ، ص۲۷۹-۲۸۱؛ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص۲۳۷-۲۳۸؛ قرشی، معالم القریہ، ص۷۸-۹۱۔

۳۔ جزیری، ج۵، ص۵۹۲۔

۴۔ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۱۴۱۸ھ: ج۴، ص۳۸۷۔

۵۔ کاشانی، ج۷، ص۶۴۔

۶۔ ومن مشایخنا من رتب التعزیر علی مراتب الناس فقال التعازیر علی اربعة مراتب، تعزیر الاشراف وهم الدهاقون والقواد و تعزیر اشراف الاشراف وهم العلویة والفقهاء و تعزیر الاوساط وهم السوقه و تعزیر الاخساء وهم السفلة فعزیر اشراف الاشراف بالاعلام المجرد و

دوسری دلیل: امر بالمعروف و نہی عن المنکر

اہل سنت کی فقہ میں "حسبہ" نامی تنظیمیں پائی جاتی ہیں، ان کے اپنے قاعدے قانون ہیں۔اس کی روشنی میں مسلمان حکام ،ایک باصلاحیت، دینی احکام سے واقف شخص کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے معین کرتے ہیں، تنظیمیں اور ضروری ساز و سامان ،اس کے اختیار میں دیتے ہیں تا کہ وہ سوسائٹی کو برائیوں سے روک سکے۔ابن خلدون کے بقول: "حسبہ" اس دینی و مذہبی ذمہ داری کا نام ہے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے تئیں مسلمانوں کے حاکم پر عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی شخص کو اس کام کے لئے منتخب کرے اور ایک عملہ اور ساز وسامان اس کے اختیار میں دے تا کہ وہ سماجی برائیوں پر نظر رکھے اور متخلفین کو تنبیہ کرے[۱]۔ فقہ اہل سنت کی رو سے گناہگاروں کی تعزیر اور خطاکاروں کو سزا دینا بھی، محتسب کی ذمہ داریوں اور آئینی وظیفوں میں سے ایک ہے[۲]۔ کتاب "معالم القربہ" کے مقدمہ میں ادارہ حسبہ کی تشکیل اور مرور ایام کے ساتھ اس میں تغیر و تحول کے بارے میں لکھا ہے کہ: پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کے ذریعہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے آغاز سے ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر رائج تھا۔ مصر میں اسلامی حکومتوں کے قیام کے بعد اس میں مزید وسعت آ گئی۔مذکورہ کتاب میں ان کے کاموں کے کچھ نمونوں کا بیان ہوا ہے۔ذیل میں بعض کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

۔خلیفہ دوم نے عورتوں کے ساتھ مردوں کو طواف کرنے سے منع کیا اور ایک مرد کو، جو عورتوں کے درمیان نماز پڑھ رہا تھا، کوڑے کے ذریعہ تنبیہ کی[۳]۔

"**جور بن اولع**" نامی شخص، سنہ ۲۵۳ ہجری میں مصر کا پولیس داروغہ منصوب ہوا، وہ بہت سخت اور کٹر مزاج انسان تھا۔اس نے عورتوں کے لئے عمومی حمام میں، اہل قبور کی زیارتوں اور مُردوں کے

هوان يبعث القاضی امينه اليه فيقول له بلغنی انک تفعل کذا و کذا و تعزير الاشراف بالاعلام والجر الی باب القاضی والخطاب بالمواجهه و تعزير الاوساط بالاعلام والجر والحبس و تعزير السفلة الاعلام والجر و الضرب والحبس لان المقصود من التعزير هو الزجر و احوال النّاس فی الانزجار علی هذه المراتب.

۱۔ابن خلدون ،مقدمہ ابن خلدون ، ص۲۳۹۔

۲۔ر.ک: ماوردی، ص ۲۲۳؛ فراء، ص ۲۸۴؛ قرشی، ص۵۶۔

۳۔قرشی، ۱۴۰۸ھ: ص ۴۔

لئے برپا ہونے والی گریہ وزاری کی مجلسوں میں جانے پر روک لگادی تھی اور مخالفت کرنے والوں کو سخت سزا دیتا تھا[۱]۔

مصر کے خلیفہ نے سنہ ۳۹۵ ہجری میں، بے پردہ عورتوں کے آنے جانے اور راستوں سے ان کے گزرنے پر پابندی لگائی[۲]۔

لہٰذا اہل سنت فقہ کی روشنی میں پردے کا حکم، حجاب کی رعایت اور بے پردگی یا بد حجابی کی روک تھام حکومت کی اہم ذمہ داریوں میں ہے۔

تیسری دلیل: اجتماعی امنیت کی فراہمی

فقہ اہل تسنن کی رو سے انفرادی اور عمومی احکام کے ٹکراؤ کی صورت میں، عمومی احکام مقدم ہیں، لوگوں کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے نجی مسائل کی بنیاد پر سماجی نظم میں خلل ایجاد کریں۔ اور چونکہ بے پردگی اور بد حجابی، سماج اور خانوادوں کی اخلاقی اور دینی سلامتی کے لئے ایک بڑا خطرہ اور اس کے برخلاف پردے کی رعایت اور جنسی تحریک کی روک تھام؛ لوگوں کے رشد و اقبال کا ذریعہ ہے، حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے قوانین بنائے جو اجتماعی امنیت اور سماجی سلامتی کے ضامن ہوں۔

چوتھی دلیل: مسلمانوں کے شعائر کی حفاظت

شعائر اسلامی کی حفاظت، حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ فقہ اہل سنت میں حاکم کو حق دیا گیا ہے کہ اگر اہل اسلام کی سستی اور سہل انگاری، مسلمانوں کے عمومی شعائر، جیسے: نماز عید، نماز جماعت، اذان وغیرہ... کے مٹنے اور فراموشی کا سبب بن جائے تو وہ انہیں سزا دے سکتا ہے[۳]۔ پردہ

۱۔ سابق حوالہ، ص۳۹۔

۲۔ سابق حوالہ، ص۱۷۔

۳۔ دیکھئے: نووی، ج۵، ص۲؛ رافعی، فتح العزیر، ج۵، ص۴؛ شربینی، ج۱، ص۳۱۰؛ ماوردی، ص۲۴۴؛ رعینی، ج۲، ص۲۹۶؛ سمرقندی، «تحفة الفقهاء، ج۱، ص۱۰۹۔

بھی، اسلامی شعائر اور مسلمانوں کی علامت شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیئے کہ اس کے رواج، بے پردگی سے مقابلہ کی تدابیر اور بد حجابی کی روک تھام کے راستے نکالے۔

لہٰذا فقہ اہل تسنن کی رو سے حکومت کی شرعی ذمہ داری ہے کہ حجاب کی رعایت اور بے پردگی کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش کرے، اور مخالفت کرنے والوں کو تنبیہ کرے۔

حوالہ جات

❖ قرآن کریم

❖ ابن اثیر، مبارک (النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر) قم، اسماعیلیان، ۱۳۶۴

❖ ابن جوزی، عبدالرحمٰن: (زاد المسیر فی علم التفسیر)، بیروت، دار الکتاب العربی، ۱۴۲۲ھ

❖ ابن حزم، علی بن احمد: (المحلّی)، دمشق، دار الفکر، بی تا

❖ ابن خلدون، عبدالرحمٰن: (مقدمہ ابن خلدون)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۴ھ

❖ ابن عاشور، محمد بن طاہر، (دار التحریر والتنویر) بی جا، بی نا، بی تا۔

❖ ابن عربی، محمد: (احکام القرآن) بی جا، جی نا، بی تا۔

❖ ابن قدامہ، عبدالرحمٰن، (الشرح الکبیر)، بیروت، دار الکتب العربی، بی تا۔

❖ ابن قدامہ، عبداللہ: (المغنی)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ

❖ ابن قدامہ، عبداللہ: (عمدۃ الفقہ)، طائف، مکتبۃ الطرفین، بی تا۔

❖ ابن کثیر، اسماعیل بن عمرو: (تفسیر القرآن العظیم)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ

❖ ابن منظور، محمد: (لسان العرب)، قم، ادب الحوزہ، ۱۳۶۳۔

❖ ابو البرکات، احمد بن محمد: (الشرح الکبیر)، بیروت، دار احیاء الکتب العربیہ، بی تا۔

❖ الاندلسی، ابن عطیہ: (المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ

❖ الاندلسی، محمد بن احمد بن رشد: (بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ

❖ بخاری، محمد: (صحیح بخاری)، بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۱ء

❖ بیضاوی، عبداللہ: (انوار التنزیل واسرار التاویل)، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۸ھ

❖ بیہقی، احمد: (السنن الکبری)، دمشق، دار الفکر، بی تا۔

❖ بہوتی، منصور: (کشاف القناع)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ

❖ ترمذی، محمد: (سنن الترمذی)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۳ھ

❖ الجزیری، عبدالرحمٰن: (الفقہ علی المذاہب الاربعہ)، بی جا، بی نا، بی تا۔

❖ الجصاص، احمد بن علی: (احکام القرآن)، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۵ھ

❖ الحرانی، احمد بن تیمیہ: (شرح عمدۃ الفقہ)، ریاض، مکتبۃ الغبیکان، ۱۴۱۳ھ

❖ الحصکفی، محمد امین: (الدر المختار)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۵ھ

❖ الدسوقی، محمد: (حاشیۃ الدسوقی)، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۴ھ

❖ راغب اصفہانی: (المفردات فی غریب القرآن)، دمشق، دار العلم، ۱۴۱۲ھ

❖ الرافعی، عبدالکریم: (فتح العزیز)، بیروت، دار الفکر، بی تا۔

❖ الرعینی، محمد الحطاب: (مواہب الجلیل)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ

❖ الزحیلی، وھبہ: (التفسیر المنیر)، دمشق، دار الفکر، ۱۴۱۸ھ

❖ الزحیلی، وھبہ: (الفقہ الاسلامی وادلتہ)، دمشق، دار الفکر، ۱۴۱۸ھ

❖ سایس، محمد علی، (تفسیر آیات الاحکام)، بی جا، بی نا، بی تا

❖ سیایس، محمد، سلیمان بن الاشعث: (سنن ابی داود)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۰ھ

❖ السرخسی، ابو بکر: (اصول السرخسی)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ

❖ السمرقندی، محمد: (تحفۃ الفقہاء)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ

❖ سید سابق: (فقہ السنہ)، بیروت، دار الکتاب العربی، بی تا

❖ السیوطی، جلال الدین: (الدر المنثور)، قم، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی، ۱۴۰۴ھ

❖ السیوطی، جلال الدین، المحلی، جلال الدین: (تفسیر الجلالین)، بیروت، مؤسسہ النور، ۱۴۱۶ھ

❖ الشافعی الصغیر، محمد ابو العباس: (نہایۃ المحتاج)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۲ھ

❖ الشافعی، محمد بن ادریس: (کتاب الام)، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۳ھ

❖ الشربینی، محمد بن احمد: (الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع)، بیروت، دار المعرفہ، بی تا۔

❖ الشربینی، محمد بن احمد: (مغنی المحتاج)، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۷ھ

❖ الشوکانی، محمد بن علی: (نیل الاوطار)، بیروت، دار الجیل، ۱۹۷۳ء

❖ عبد القادر، محمد: (مختار الصحاح)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ

❖ عبد الوہاب، محمد: (شروط الصلاہ وارکانھا وواجباتھا)، ریاض، مطالع الریاض، بی تا۔

❖ الفراء، محمد بن ابی یعلی: (الاحکام السلطانیہ)، قم، دفتر تبلیغات، بی تا۔

❖ الفراھیدی، خلیل: (العین)، قم، دار الہجرہ، ۱۴۰۹ھ

❖ القرشی (ابن اخوہ)، محمد: (معالم القربہ)، قم، دفتر تبلیغات اسلامی، ۱۴۰۸ھ

❖ القرطبی، محمد بن احمد: (الجامع لاحکام القرآن)، تہران، ناصر خسرو، ۱۳۶۴۔

❖ الکاشانی، ابو بکر: (بدائع الصنائع)، پاکستان، المکتبۃ الحبیبیہ، ۱۴۰۹ھ

❖ الماردینی، علاء الدین: (الجوہر النقی)، دمشق، دار الفکر، بی تا

❖ مالک بن انس: (الموطا)، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ

❖ الماوردی، علی: (الاحکام السطانیہ)، قم، دفتر تبلیغات، بی تا

❖ المرغینانی،، علی: (الہدایہ)، بی جا، المکتبہ الاسلامیہ، بی تا

❖ المزنی، اسماعیل: (مختصر المزنی)، بیروت، دار المعرفہ، بی تا

❖ المصری، ابن نجیم، (البحر الرائق)، بیروت، دار احیاء الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۸ھ

❖ ملاحویش آل غازی، عبد القادر: (بیان المعانی)، دمشق، مطبعۃ التوفی، ۱۳۸۲

❖ المودودی، عبد الاعلی: (الحجاب)، بی جا، دار الفکر، بی تا

❖ النووی، محمد بن عمر: (مراح لبید)، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ

❖ النووی، یحیٰی بن شرف: (المجموع)، بیروت، دار الفکر، بی تا

❖ النشیابوری، مسلم: (صحیح مسلم)، بیروت، دار الفکر، بی تا